دُنیاوی عُلوم

اور

دِینی عُلوم

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

تفصیلاتِ طباعت

نام کتاب	دُنیاوی عُلوم اور دِینی عُلوم
مؤلف	الحاج قاری محمد ارشاد علی
صفحات	۲۸
اشاعت	جون ۲۰۰۷
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

http://archive.org/details/@islahi_tohfa

تنبیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

علوم دُنیاوی عُلوم اور دِینی عُلوم

مدارس دینیہ کی تحریک کا آغاز

اس تحریک کا آغاز ۱۸۳۴ میں ہوا۔ مغربی نظام تعلیم کے اثرات بھی مسلمانوں پر پڑے۔ مسلمان دیکھے کہ تعلیم کو ملازمت سے مربوط (Integrated) کیا جارہا ہے۔اور دُنیوی تعلیم، ملازمت رُخی (Job Oriented Education) تعلیم ہونے سے اِس کی اہمیت کافی بڑھ گئی اور انسان ایک حیوانِ کَاسِب (earning animal) بن گیا۔ دُنیوی تعلیم، ملازمت رُخی ہونگے ساتھ ساتھ دُنیوی تعلیم کے ادارے یعنی غیر دینی مدارس میں طالباء اور طالبات کیلئے بے قید آزادی بھی ایک دلکش چیز بن گئی ، اسکے نتیجے میں بے قید جنسی تعلقات اور بے قید لذّت پسندی، آوارگی عام ہو گئی۔ ایسے غیر دینی ماحول میں زندگی کے بنیادی اصولوں کو ثانوی حیثیت دی گئی۔

نتیجتاً اخلاق بھی ایک اضافی چیز بن گئی۔ ایسے اداروں سے فارغ طلباء اور طالبات سند لیکر اِن اداروں سے نکلے تو ملازمت کا حصول آسان ہو گیا۔ یہہ لوگ اسقدر مغرب پرست ہوگئے کہ مغربی فکّرِین کے نوک قلم سے نکلا ہوا ہر حرف اور انکی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو وحی اِلٰہی کا مقام دیدیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ دِین پر عمل کرنیکو روایت پرستی، قدامت پرستی سمجھنے لگے۔ غرض کہ انکی فکرو نظر، عقیدہ وخیال،اخلاق واعمال، معاشرت و معیشیت

میں مغربیّت رَچ بَس گئی۔ خدا ناشناس تمدن سے انسان ناشناس بن جانا (God is unknown to the unknown civilization)ایک لازم و ملزوم بات ہے۔ ہر وہ چیز جس سے نفس کو لذت اور آسودگی میسر ہو جائے وہ انکی زندگی کیلئے مفید ہو گئی۔ جس طرح جسمانی ورزش سے روحانی نتیجہ ممکن نہیں ہے اُسی طرح سے ان مادیت(materiality) کی محنت سے روحانی ترقی ممکن نہیں ہے۔ ان کا اونچام رہن سہن اور اِن کی خوشحالی کے مظاہرے آنیوالی نسل کیلئے خضر طریق ثابت ہو گئے۔ مادی کشش کا یہہ عالم ہے کہ لوگ مختلف ممالک، مختلف شہروں اور مختلف زبان اور مختلف لب ولہجہ ہونیکے باوجود فکرونظر اور قلب وذہن کے فساد میں متحد ہیں۔ درجہ بدرجہ یہہ لوگ اپنی زندگیوں کو دین بیزاری کیلئے وقف کر دئے اور اپنے دماغوں میں یہہ بات جمالیے کہ دینداری اور دینی علوم، چند ناکام، افسردہ دل، آشفتہ دماغ، ضعیفوں کا معاملہ ہے۔ حقیقت تو یہہ ہے کہ یہہ سب ایک خوش کُن اور دلفریب نظریہ ہے۔

فکر بے دینوں کو بس یہ ہے کہ ہر پہلو سے
مال دنیا کا ملے، دَولَتِ عُقبیٰ کیا ہے ؟

دُنیوی علوم کے حصول کا مقصد مستقبل سازی ہے نہ کہ کردار سازی۔ مادی تہذیب (materialistic culture) دُنیوی علوم کا نتیجہ ہے اس خود غرضی اور غیر ذمہ دارانہ رَوَیّہ کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا۔ مغربی تہذیب خدا بیزار تہذیب ہے اور ایسے اداروں کے فارغ لوگوں میں بیزاری کے ساتھ ساتھ علم دین بیزاری بھی ہے۔ دُنیاوی علوم سے انسان کی پوری زندگی شکم اور نفس کے

محور پر گردش کرتی ہے۔ یعنی انسان میں اور حیوان میں زندگی بسر کرنیکے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا ۔

آج سے ۱۴ سو سال قبل لکھنے پڑھنے کی اسقدر اہمیت نہیں تھی، جسقدر آج ہے۔ اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا اسقدر ترقی کر چکی ہے کہ صنعتی ترقی اور سائنسی ترقی کیوجہ سے دُنیوی علوم کے حصول کے بغیر چارہ نہیں ہے آج دنیا اسی کے ہاتھوں میں ہے جسکے ہاتھ میں ٹکنالوجی ہے۔

سائنسی ترقی اور سائنسی علوم کا راست تعلق اسباب زندگی سے ہے ضروریات زندگی سے ہے۔ اسی کی کثرت کا دوسرا نام اونچا معیار زندگی ہے۔ لوگ معیار زندگی کو اونچا کرنے کے لیے دنیاوی علوم کے حصول کو اپنا مقصد زندگی بنا لیے۔ گویا اسباب زندگی اور ضروریات زندگی جو ذریعہ زندگی ہیں نہ کہ مقصد زندگی ، ذریعہ مقصد کا مقام لے لیا۔ کیونکہ انسان مادی ساز و سامان ہی کو سب کچھ سمجھا ، مادیت پسند لوگ اُسی کی عزت کرنے لگے جو مادی ساز و سامان میں زیادہ ہو۔ سائنسی علوم اور ان میں ترقی کا مقصد معیار زندگی کو اونچا کرنا ہے اِس لحاظ سے سائنس کی ترقی سے معیار انسانیت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ الٹا معیار انسانیت میں گھٹاو اور زوال اِسی لیے آتا ہے۔ اس اعتبار سے سائنس کی ضرورت اور سائنس کا مقصد دینی مقاصد سے دور ہے۔ دین کی نظر میں مادی چیزوں کو دوسرا درجہ حاصل ہے وہ خادم زندگی ہیں اور ذریعہ زندگی ہیں نہ کہ مقصد زندگی۔ دُنیوی تعلیم، کردار سازی کے بجائے مستقبل سازی کا ذریعہ بن گئی ہے۔

دینی علوم کی اہمیت

دینی درسگاہوں کا معاملہ یہ ہے کہ انکی بنیادیں خدائی شریعت کے اصولوں پر قائم ہیں۔ طلباء و مطالبات کی آزادی یہاں پر ایک اصول کے تحت ہے اور اسکے حدود مقرر ہیں اور یہاں پر تعلیم کا بنیادی مقصد انسانی شخصیت (Personality Development) کی اِرتِقاء ہے اور دُنیوی تعلیم کے ذریعہ پیشہ ورانہ سند(Professional Degree) حاصل کرنا ایک اضافی چیز ہے۔ دینی درسگاہ دینی علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔مدرسہ کے خصوصی ماحول میں آدمی کو باربار اعتماد عَلَیٰ اللّٰہ اور معرفت آخرت کی خوراک ملتی رہتی ہے ۔ یہاں پر روحانی علم ، سیرت کا جمال بخشتا ہے جبکہ مادی علم یا دُنیوئی علوم صورت کا جمال بخشتے ہیں۔

انسانی سیرت دوباتوں سے سنورتی ہے (۱) قوت عِلم۔(۲) قوت اخلاق (عمل)

عِلم، زندگی کا کوئی ایک شعبہ نہیں ہے بلکہ ، عِلم زندگی کے تمام شعبوں سے جڑا ہوا ہے۔ ختم نبوت کے بعد اُمت کے علماء، مقام نبوت پر ہیں ، اُمت کے علماء کو اب وہی کام انجام دینا ہے جسکے لئے پیغمبر بھیجے گئے تھے اور یہ کام بنیادی طور پر دو ہیں ۔

(1) امت کے امور اور مسائل کی تدبیر، شریعت کی روشنی میں

(2) اسلام کے ابدی پیغام کو تمام قوموں تک پہنچانا۔

چنانچہ عوام الناس کے سامنے کوئی واضح راہ عمل (Line of action) موجود نہیں تھی ایسے میں علماء نے مسلمانوں کو سمت کا شعور(Sense of direction) دیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین کی کافی اہمیت بتلائی ہے جیسے

حدیث :علم کو دوسروں کو نہ بتانا حرام ہے (مرفوع) حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا حماد، اخبرنا علي بن الحكم، عن عطاء، عن ابي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "**مَنْ سُئِلَ عن عِلْمٍ فَكَتَمَهُ، أُلْجِمَ يوم القيامةِ بِلِجَامٍ مِنْ نارٍ**"سنن الترمذى/العلم ٣ (٢٦٤٩)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس سے کوئی دین کا مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپالیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائے گا“۔

حدیث : سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع دے۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۳۲۸۹۔

حدیث : علم کے ساتھ تھوڑا عمل نفع پہنچاتا ہے لیکن جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بھی نفع نہیں پہنچاتا -'' عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "قليل العلم خير من كثير العبادة."علم کی قلیل مقدار بھی عبادت کی کثیر مقدار سے بہتر ہے۔"

امام مطرف رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: "علم کی فضیلت عمل کی فضیلت سے بڑھ کر ہے۔"

ایمان اور دین علم

علم دین کا تعلق، ایمان سے بہت گہرا ہے ۔ ایمان کیا ہے ؟۔ دین خداوندی کی صداقت کو شعوری اور روحانی طور پر دریافت کرنا ہے لفظ تعلیم، علم سے مشتق ہے اور علم کے معنی جاننے اور واقف ہونیکے ہیں اس لحاظ سے تعلیم قرآن کے معنی ، قرآن کے احکام کو جاننا ، معلوم کرنا ، واقف ہونا ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تعلیم قرآن کے عمل میں قرآن کے الفاظ کو سیکھنے اور سکھانے کے ساتھ ساتھ آیات قرآنی کے معانی و مطالب کو سیکھا اور سیکھایا جائے۔حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو ہر کتاب میں الفاظ ، معانی و مطالب کیلئے ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور معانی , مطالب کسی بھی کتاب کا مقصد ہوا کرتے ہیں اس لئے قرآن کے معاملہ میں عبارت خوانی متن کے ساتھ ساتھ عبارت فہمی بھی ضروری ہے۔

دینی ادارے اور مساجد

مساجد خدا کے گھر ہیں تو مدرسے رسول خداﷺ کے گھر ہیں اور طالبعلم رسول خدا ﷺ کا مہمان ہے ۔ مدرسہ کا بگڑا ہوا کہیں بن نہیں سکتا اور مدرسے کا بنا ہوا کہیں بگڑ نہیں سکتا۔

دن بدن ایمان کی کمزوری کا دور آرہا ہے ایسے حالات میں دینی تعلیم کی ضرورت بہت زیادہ ہے لیکن اسکے برعکس دُنیوی تعلیم اور دُنیوی علوم کے حصول کی اسقدر اہمیت ہو گئی ہے کہ دینی تعلیم سے صد فی صد بےتوجھی برتی جارہی ہے۔اسکی وجہ سے فکر و نظر میں فساد پھر فکر و عمل میں فساد رونما (appear)ہو رہا ہے۔ پوری دنیا میں 57 اسلامی ممالک ہیں جبکہ پوری دنیا میں 177 ممالک ہیں اسکے باوجود کسی بھی اسلامی ملک میں نہ پوری طرح اسلامی قانون حیات ہے اور نہ اسلامی نظام تعلیم ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا موجب تاریخی عوامل(according to the historical factors)ہیں سماجی تعصّبات (Social partialities)ہیں، لسانی اختلافات ہیں اور مذہبی اختلافات ہیں، اردو زبان کو ختم کر کے مسلمانوں کی دینی زبان کا گلہ گھونٹ دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ حالات کے سیاق (Context)میں ہر بچہ اردو زبان سیکھنا ضروری ہے کیونکہ ہمارا دین اردو میں ہے اور اردو سے فہم قرآن میں سہولت ہے۔

لفظ تعلیم کے مفہوم میں تدریس کے ساتھ ساتھ تدریب (Teaching as well as training)، اور تربیت بھی شامل ہے۔ دینی مدارس ، خدا کی معرفت اور خدا سے محبت کے نشان ہیں ۔ دینی مدارس ملت اسلامیہ کے عقائد، ایمان ، دین، شریعت کی حفاظت کے ضامن (Guarantor) ہیں۔ روح اور قلب کی صفائی اور تزکیہ نفس

کیلئے علم دین کی ضرورت ہے۔ علماء دین سے امّت مسلمہ کا ربط رہنا ضروری ہے۔ جو لوگ اسباب کے پابند ہیں وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو تے ہیں۔ آج کا زمانہ عالمگیریت (Globalization) کا زمانہ ہے۔ ریاحیت (Comfort) پسندی کا زمانہ ہے ,سیکولریزم کا زمانہ ہے ,گویا فکر اور عقیدے کے فساد کا زمانہ ہے ایسے فساد سے ہر انسان اپنے کو بچانا ہے ایسی صورت میں قرآن سمجھ کرپڑھیں ,استاد سے سیکھیں، دینی مدارس سے استفادہ کریں۔

لُو جان بیچکر بھی جو علم و ہنر ملے
جس سے ملے جھاں سے ملے جسقدر ملے

بعد ادائے فرض ، افضل عبادت، تحصیل علم دین ہے اور اس کی اشاعت ہے۔

جسطرح سورج اپنی روشنی سے، رات اپنی تاریکی سے اور پھول رپنی خوشبو سے پہچانا جاتا ہے اُسی طرح انسان کی بھی ایک پہچان ہے وہ علم ہے ، علم معمولی انسان کو غیر معمولی بنا دیتا ہے۔ عِلم ہر قسم کی انسانی ترقی کا واحد اور یقینی ذریعہ ہے۔ تعلیم، انسانی زندگی کا حصّہ ہے (جیسے ہوا۔ پانی ۔ غزا) اور جو چیز، زندگی کا حصّہ ہو وہ یقینی طور پر اسلام کا بھی حصّہ ہوتی ہے۔ اسلام کا خمیر، علم اور قلم سے اٹھا ہے جس سے اسلامی نظام میں تعلیم کی اہمیت واضح ہے۔ سفرِاسلام کا آغاز علم سے ہے ، عمل کا آغاز علم اور فکر کی دنیا سے ہوتا ہے۔

با شعوری کیا ہے ؟

مسلمانوں کی بے شعوری ایک مضبوط زنجیر کی وہ کڑی ہے جو کمزور ہے۔ جسکی وجہ سے دیگر کام اچھے ہوتے ہوئے بھی تحریک اِسلام اور تعلیمِ مسلم کی مضبوط زنجیر ٹوٹتی رہتی ہے۔

(The strength of the chain is tested through its weakest links)

(1) تعلیم کا مقصد خواہ دینی ہو یا دُنیوی تعلیم لوگوں کو روزگار کیلیئے سند مہیا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اصلی مقصد قوم کے افراد کو باشعور بنانا ہے اور ملت کی تعمیر کا پہلا قدم یہی ہے۔ تعلیم قوم کو مُہذِّب بناتی ہے اور باشعور بناتی ہے۔

(2) با شعوری یہی ہے کہ ملت کے افراد میں اسقدر استعداد (Ability) آجائے کہ وہ زندگی کے مسائل کو کائنات کے ابدی نقشہ میں رکھ کر دیکھ سکیں۔

(3) با شعوری یہی ہے کہ اپنے ارادے کو خدا کے ارادے سے ہم آہنگ کرنے ہی کو کامیابی سمجھیں۔

(4) جانبداری اور غیر جانب داری کو سمجھ سکیں، شر کو خیر سے اور حق کو باطل سے جدا کر سکیں۔

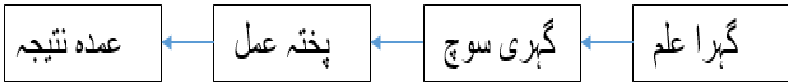
(5) عام آنکھ ظاہری چیزوں کو دیکھتی ہے لیکن تعلیمی آنکھ معنوی چیزوں کو دیکھ کر حقیقت شناس ہو جائے۔

(6) احیاء مِلّت کا کام تعلیم ہی کے ذریعے ممکن ہے، عِلم کے ذریعے زندگی کا شعور ملتا ہے اور سند(ڈگری) کے ذریعے ملازمت۔ بقول کسی شاعر کے

تنگدستی نے کہا زہر ہے افلاس کا حل
کی جو نیلام سند زہر کی قیمت نہ ملی

(7) مومن کیلیے شعوری بیداری(Intellectual awakening) اور روحانی ترقی (Spiritual uplift) دونوں ضروری ہیں۔

(8) آدمی کا عمل اس کی سوچ کا نتیجہ ہے جسقدر زیادہ علم ہو گا اسی قدر زیادہ سوچ ہوگی اور جسقدر گہری سوچ ہوگی اُسی قدر عمدہ نتیجہ ہوگا



(9) با شعور افراد کے مجموعے کا نام ہی صالح معاشرہ ہے۔تعلیم باشعوری کا ذریعہ ہے جب جلسینگی شعور کی شمعیں روشنی دور دور تک ہوگی۔

موجودہ عصری تعلیم سے معاشی خوشحالی کا ربط

آج کے اِنفرادی اور اجتماعی ضروریات اور معاشی مسائل ، نہایت گہرے طور پر جدید سائنسی اور فنّی تعلیم سے منسلک ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کا اس سے دلچسپی رکھنا اور ایسے اداروں میں

حصول تعلیم کی کوشیش ایک اچھی بات ہوتے ہوئے توجہ طلب بات یہہ ہے کہ جب مسلم طلباء اور طالبات ان اداروں کی تعلیم سے فارغ ہو جاتے ہیں تو وہ ایک ایسے ماحول اور معاشرے کے عادی ہو جاتے ہیں حسکو دین بیزاری کہا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کا پہلا لفظ(حروف مقطعات) کا بھی صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے

ہر با مقصد آدمی فطرتًا ایک تضاد (Contradiction) میں مبتلا ہے۔ اسکے ایک طرف اسکی زندگی کا مقصد ہے اور اسکے تقاضے ہیں اور اسکے دوسری طرف ذریعہ زندگی یعنی جسم کے تقاصے ہیں جسکی طویل فہرست ہے۔مقصد چاہتا ہے کہ پوری توجہ پورا وقت اسکی طرف لگایا جائے اور جسم چاہتا ہے کہ اسکے تقاضے پورے ہوں۔ اب عقلمندی یہہ ہے کہ آدمی لوازمِ زندگی ، ضروریات زندگی اور تعیشات زندگی کا تجزیہ کرے اور ضروریات زندگی کی حدتک اپنی محنت اور وقت کو محدود کردے تاکہ زیادہ وقت اسلام کی سرفرازی اور خوشنودی الٰہی میں صرف ہو۔ جسقدر زیادہ وقت اسلام میں لگیگا اُسی قدر اور اُسی مناسبت سے اُس قسم کے حالات ، انسانی زندگی میں پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہ نفسیات انسانی کا تقاضہ ہے کہ انسانی زندگی میں حالات پیدا ہوں تا کہ حالات سے کیفیات جنم لے سکیں۔

انسان کو دُنیوی علم ملیگا تو دنیا سجے گی اور اگر آخرت والا علم ملے گیا تو آخرت سجے گی۔ دنیوی علوم کا فائدہ موت تک ہے اور آخرت والا علم اور عمل دنیا اور آخرت دونوں جگہ کام دینے والا ہے۔ عبادت

خداوندی دنیا سے چلی تو قبر میں پہنچی پھر میدان حشر پھر حساب کتاب تک پہنچادی آخر میں جنت میں پہنچادی لیکن کھانا پینا صرف قبر تک پھر اس کا حساب و کتاب شروع ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کی پستی کا یہ عالم ہے کہ مسلم معاشرہ کی شناخت ناخواندگی (illiteracy)اور پسماندگی(Backwardness) ہوگئی ہے

اسرائیلیوں کے پاس خدا کے بعد میں سب سے بڑا درجہ علم کا ہے۔ اور تعلیم کو ان کے پاس ہوا اور پانی کیطرح عام کر دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کیلئے سنگل پوائینٹ فارمولا (single point formula) صرف تعلیم ہے ، مسلمانوں کو اپنی طاقت صرف تعلیم پر لگا دینا چاہیے تاکہ صد فی صد لوگ تعلیم یافتہ ہو جائیں۔ تعلیم کے مقابلے میں ہر چیز کی حیثیت ثانوی (Secondary) ہے۔

حدیث : یوم قیامت عالِم کے قلم کی سیاہی ، شہید کے خون کے قطرے سے وزنی ہو جائیگی ۔"عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يوزن يوم القيامة مداد العلماء ودم الشهداء»" كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال (١٠/ ١٤١):

مقولہ : عالِم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

تعلیم آدمی کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ مذہب کو زیادہ گہرائی کے ساتھ سمجھ سکے اور مذہب آدمی کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ سچی اسپرٹ(Spirit) کے ساتھ تعلیم حاصل کرے۔ تعلیم ایک ایسا مسلسل عمل ہے جو آدمی کی آخری عمر تک جاری رہتا ہے۔

Education is a life long process

تعلیم کے تین ستون

1. والدین. 2 .طالبعلم. 3. اساتذہ۔ ان تینوں کی مجموعی محنت سے مطلوبہ تعلیمی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ والدین کا رابطہ ، طلباء سے ہوتا ہے اور طلباء کا رابطہ اساتذہ سے اور ان میں سے سب سے اہم کردار اساتذہ کا ہے.

تعلیم کا مقصد انسان سازی ہے۔ عِلم دِین مقصد زندگی ہے اور دُنیوی علوم ضروریات زندگی ہیں۔ ضرورت کو مقصد کی جگہ نہ دیں۔ ضرورت کو ضرورت کی جگہ ہی رکھیں۔ دِینی تعلیم کا مقصد ایک اچھا شہری، ایک ذمہ دار انسان اور ایک خدا ترس مسلمان پیدا کرنا ہے۔ معلّمی دراصل انسان سازی ہے اور یہی کار پیغمبری ہے یہہ کام جتنا مقدّس ہے اُتناہی دشوار ہے چنانچہ ایک چینی کہاوت ہے کہ اگر ایک سال کا منصوبہ بنا رہے ہوں تو کاشت کاری کرو اور اگر10 سال کا منصوبہ بنا رہے ہوں تو شجرکاری (plantation) کرو اوراگر 100 سال کا منصوبہ بنارہے ہوں تو انسان سازی کرو ،انسان سازی کا عمل اپنے اندر بہت سی نزاکتوں لئے ہوئے ہے جو لوگ اس عمل کو پیشہ بنائے ہوئے ہیں، ان کو ان نزاکتوں کا پورا لحاظ کرنا چا ہے اگر تعلیم انسان سازی کا ذریعہ ہے تو محض معلومات فراہم کرنے سے یہہ کام پورا نہیں ہو سکتا بلکہ صحیح علم، ماحول اور سچی تربیت ناگزیر ہے۔

تربیت

ایک پودے کو صرف ہوا ، پانی ، روشنی اور کھاد کی ضرورت ہے اسکے بعد اسکی تراش خراش بھی ضروری ہے اگر یہہ نہ کریں تو جنگل جھاڑی بن سکتا ہے۔ لیکن گلزار اور مرغزار نہیں بن سکتا۔ یہی بات انسانوں پر بھی صادق آتی ہے۔ تعلیم کا حاصل بچہ کی شخصیت کی تکمیل ہے اور ہمہ جہت نشو و نما ہے۔ اسکے لئے تدریس، خواندگی(literacy) ، اور معلومات کی ترسیل (delivery) کے ساتھ ساتھ سیرت کی تشکیل، صلاحیتوں کی شناخت پر درخت اور شخصیت کی تہذیب ناگزیر ہے یعنی تعلیم کے ساتھ تربیت لازم ہے۔ اس لئے اچھا استاد، انسان آفرین اور کردار ساز ہوتا ہے۔

اساتذہ :- مقام و منصب اور ذمہ داریاں

تعلیم اور تدریس ایک مقدس اور محترم پیشہ ہے اسلئے مُعَلّمِ اور مدرسہ کو عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مُعَلّم نہ صرف ایک فرد کی تعمیر کا ذریعہ ہوتا ہے بلکہ ایک معاشرہ کی تعمیر اور ایک عہد کی تطہیر سبب بنتا ہے۔ اسلئے جہاں معلم کا مقام اور مرتبہ بڑا ہوتا ہے اُسی لحاظ سے اسکی زمہ داری بھی بڑی ہوتی ہے اور جو معلم اپنی ذمہ دارانہ حیثیت کو محسوس کرتا ہے وہ صحیح معنوں میں مُعَلّم ہے اور لائق احترام ہے اور جو محسوس نہ کرے وہ ملازم ہے۔ اساتذہ کو مادی احتیاجات سے بے نیاز کرنا چاہیئے تاکہ وہ یکسوی سے اپنے کام میں

مشغول رہیں۔ اساتذہ اللہ کی بڑی نعمت ہیں یعنی عِلم کے امین ہو تے ہیں۔

استاز طالبعلم کیلئے آئینہ ہوتا ہے۔ طلباء محض کلامی کے لکچر سن کے الفاظ اور تختہ سیاہ(Black Board) کی تحریر کو ہی نہیں پڑھتے بلکہ اساتذہ کی نقل وحرکت ،عادت ، رویہ کا اثر بھی لیتے ہیں۔ اسی لئے اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے اپنا بھی جائزہ لیں۔ وہ جن مقاصد اور اقدار (Values) کو بچوں میں منتقل کرنا چاہتے ہیں سب سے پہلے وہ انکو اپنے وجود میں تلاش کرلیں تبھی وہ مخلص اور سچے اساتذہ کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور معاشرہ کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔طلباء میں اُس چیز کا انعکاس (Reflection) ہوتا ہے جو اساتذہ میں موجود ہو، استاذہ بچوں کی صحت کیلئے فکر مند ہوتے ہوئے صحت عامہ پر سبق دے مگر خود تمباکو نوشی(drugs) یا لباس یا جسم کے گندگی میں مبتلا ہو تو وہ ویسے عمل کی تدریس کرتا ہے جسکی تکذیب وہ خود اپنے وجود سے کرتا ہے ۔

ایک مذہبی درسگاہ جو اپنے یونیفارم میں بچوں کے سر پر دوپٹہ تجویز کرتا ہے مگر اسکی اُستانیاں برہنہ سر رہتی ہیں تو وہ شرم و حیا اور عِفّت اور عصمت کی پاکیزہ اقتدار کو طالبات میں جاری وساری نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ وہ خود اِسی طرز حیات کی پاکیزگی سے محروم ہیں ۔ یہ ایک ایسا تضاد ہے جسکو دور کئے بغیر صحتمند تعلیمی ماحول نہیں فراہم کیا جا سکتا اسی لئے اساتذہ کی تربیت (Training)

ناگزیر سمجھی جاتی ہے یعنی شاگردوں کو کچھ بنانیکے لئے اپنے آپ کو بنانا پڑتا ہے تبھی چراغ سے چراغ جلتا ہے۔

اساتذہ حضرات غیبت اور بدگوئی کے

لذت آشنا نہ ہوں وہ بچوں میں برادرانہ ماحول پیدا کرنیکے لئے ایسی باتوں سے دور رہنا چاہیے۔

اساتزہ کیلئے سب سے زیادہ لائق توجھ بات، زمہ داری اور جواب دہی ہے۔ (Responsibility & Accountability). ہر تعلیمی ادارے میں انظامیہ اور اساتذہ کلیدی رول (key role). ادا کر سکتے ہیں بلکہ کسی ادارے کے معیار اور وقار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسکے اساتذہ کتنے مخلص، محنتی اور وقت کے پابند ہیں اور لگن کے حامل ہیں، تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہیں اور انتظامیہ (management) اور عوام بلکہ اللہ کے نزدیک جوابدہ ہیں۔

اساتذہ کی کفالت

تعلیم اگر مقدس اور محترم پیشہ ہے اور معلّمی کار پیغمبری ہے تو اُسے روپیے میں نہیں تولنا چا ہے۔ انبیاء کرام جو معلم انسانیت ہوتے ہیں ان کا اعلان تھا کہ ہم اجر نہیں مانگتے اور ہمارا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ یہہ معاشرہ یا ادارہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اساتذہ کی کفالت کا پورا پورا بند و بست کرے کیونکہ اچھے مقصد کیلئے طریق کار کا اچھا ہونا بھی لازم ہے۔ اساتذہ کو جو معاوضہ دیا جاتا ہے وہ تعلیم کا

معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ جو وقت وہ لوگ لگاتے ہیں اس وقت کا معاوضہ ہے تعلیم کا معاوضے روپیہ کی شکل میں ہو ہی نہیں سکتا اور اگر اساتذہ کے اخراجات پورے نہیں ہوتے تو اساتذہ اسکی تکمیل کی خاطر کوئی ہنر سیکھنے میں حرج نہیں ہے۔

اسلام کے مظاہر اور اسلام کے حقائق

اس دنیا میں ہر چیز کے دو پہلو میں ایک ظاہری پہلو اور دوسرا باطنی پہلو۔انسان کا ظاہر اس کا جسم ہے اور اس کا باطن اسکی روح ہے اور وہ ہی اصل ہے۔ اسی طرح اسلام میں عبادات کے دو پہلو ہیں ایک عبادت کی شکل دوسرا عبادت کی روح۔

نماز کی روح ← تواضع عاجزی انکسارِ

روزے کی روح ← صبر و تحمل و برداشت

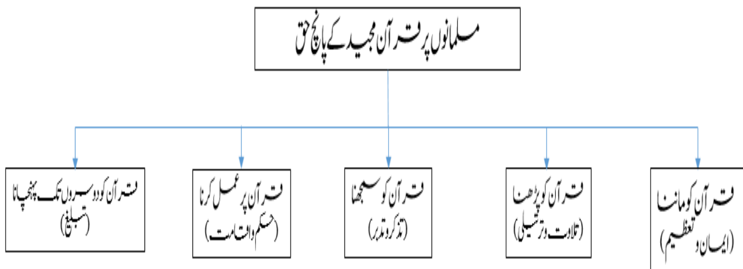
زکواہ کی روح۔ ← خیر خواہی، ہمدردی

قربانی کی روح ← رضاء الٰہی اور آخرت رخی کو اپنا مقصد بنانا و غیرہ

لیکن مسلمانوں میں مظاہر دین کی دھوم ہے اور اہمیت ہے اور حقائق دین کا کہیں وجود ہی نہی ہے۔اسی بہت سی باتیں جن میں مظاہر کو اہمیت دی جاتی ہے ،جیسے اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھنا لیکن اللہ کی عظمتوں سے ناواقف رہنا ، رسول کی شان میں نعت قصیدے مگر رسول کی حقیقی اطاعت سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ قرآن کی قرات سے

دلچسپی مگر تدبر کر نیوالا کوئی نہیں قرآن خوانی سے دلچسپی مگر قرآن دانی کیلئے کوئی تیار نہیں۔

اسلام کی اخلاقی خوبیاں بڑی دھوم سے بیان کی جاتی ہیں لیکن اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر عمل کر نیکی فرصت نہیں ، کلمہ طیبہ کا ورد زبان پر کیکن اسکے تقاضوں اور مطالبوں سے واقف ہونا نہیں چاہتے۔ دین اسلام کا ناقص تصویر زہنوں میں ہے مگر کامل اور جامع تصور دین کو سمجھنے کی کوشیش نہیں کی جاتی اسکی وجہ کیا ہے؟ اسکی وجہ صرف یہہ ہے کہ لوگ، اسلام کے مظاہر ہی کو اسلام کے حقائق سمجھے ہوئے ہیں۔



نوٹ ۔ آج وہ وقت آگیا ہے کہ لوگ حصول ثواب کیلئے بھی قرآن نہیں پڑھ رہے ہیں البتہ کسی کے مرجانے پر ایصال ثواب کی خاطر قرآن پڑھا جارہا ہے۔ جو قانون زندوں کی رہبری کیلئے تھا۔وہ مرنے پر پڑھا جارہا ہے۔

قول حضرت علی رضی اللہ۔ قیامت کے دن مال کا حساب ہو گا عِلم کا کوئی حساب نہ ہوگا ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ لوگوں کو 30 سال درس دیے، 800 شاگرد تیار کئے، 50 طالبعلم قاضی بنے۔ حضرت امام موصوف فرماتے تھے کہ مسلم معاشرے کے اندرونی نظام کو بگڑی ہوئی قیادت کے قبضہ سے نکالنا اور اُسکی کوشش کرنا، کُفّار سے جہاد کی بہ نسبت زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

قرآن کو سمجھنے کے علوم

وہ علوم جو قرآن کو سمجھنے کیلئے ضروری ہیں ۔

۱	عِلمُ التَجوِید	۹	عِلمُ الحدیث
۲	عِلمُ الصرف	۱۰	عِلمُ الفقہ
۳	عِلمُ النحو	۱۱	عِلمُ التاریخ و سیرت
۴	عِلمُ اللّغۃ	۱۲	عِلمُ التفسیر و حیات صحابہ
۵	عِلمُ المعانی	۱۳	عِلمُ ناسع و منسوخ
۶	عِلمُ البیان	۱۴	عِلمُ اسباب نزول
۷	عِلمُ البَدِیع	۱۵	عِلمُ (تصوف حقیقی)
۸	عِلمُ العقائد	۱۶	عِلمُ الفرائض

قرآن کو سمجھنے کے لیے مدد گار علوم

وہ علوم جو مدد گار ہے۔

۱	عِلم الفلکیات
۲	عِلمُ الارضیات
۳	عِلمُ النفسیات
۴	عِلمُ الابدان (Physiology)
۵	عِلمُ سائنس
۶	عِلمُ التاریخ عالم
۷	عِلمُ التورات و انجیل
۸	عِلمُ العقائد

ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہیں

مدرسہ کا نام	مقام	سن قیام
دارالعلوم دیوبند	دیوبند	1866
دارالعلوم ندوۃ العلماء	لکھنو	1894
مدرسہ الاصلاح	سرائے میر اعظم گڑھ	1909
مدرسہ باقیات الصالحات	ویلور ٹاملناڈو	1883
مدرسہ امینیہ	دہلی	1897

جامعہ نظامیہ	حیدرآباد	1875
مظہر العلوم	سہارنپور	1866
جامعہ دار السلام	حیدرآباد	1924
جامعہ مظہر العلوم	بنارس	1893
جامعہ عربیہ حیات العلوم	مبارک پور	1899
دار العلوم سبیلا اسلام	بالاپور	1972
جامعہ دار الھُدٰی	حیدرآباد	1963

وغیرہ

دین داری صحت جسمانی کا ضامن، خدائی نسخہ ہے

عوامی کہاوت ہے تندرستی ہزار نعمت ہے۔ یہ بات صد فی صد صحیح ہے۔ صحت ہے تو ہر قسم کی کامیابی کیلئے انسان محنت کر سکتا ہے۔ جو صحت سے محروم ہے وہ نہ تو دُنیوی جدو جھد کر سکتا ہے اور نہ دینی سرگرمیوں میں حصّہ لے سکتا ہے۔ صحت اور تندرستی کی اِسی اہمیت کے پیش نظر مذہبی تعلیمات اور انسانی معاشرہ میں حفظان صحت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ دنیا بھر میں، 7 اپریل کو عالمی یوم صحت کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ساری دنیا میں صحت سے متعلق شعور کی بیداری اور انسانی معاشرہ کو مختلف امراض سے نجات دلانے کیلئے عالمی صحت تنظیم (W.H.O) بھی قائم ہے۔ چنانچہ 7 اپریل کو عالمی یوم صحت کے موقع پر مختلف امراض کو موضوع بنا کر عالمی سطح پر انکی روک تھام کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان سارے

تدارک (remedy) کے باوجود یہہ ایک حقیقت ہے کہ اسوقت جدید ادویہ (medicine) ، نت نئے (brand new) طریقہ علاج اور میڈیکل سائیس کی حیرت انگیز ترقی کے باوجود انسانی معاشرہ میں امراض کے تناسب میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اور ہزاروں افراد موت کے آغوش میں چلے جارہے ہیں۔ سائنس کی روشنی میں سفر کرنیوالا موجودہ انسانی معاشرہ مختلف امراض کیلئے نت نئے علاج دریافت کرنے میں کامیاب تو ہو گیا ہے۔ لیکن امراض کی اصل جڑ کے تعلق سے چشم پوشی (overlooking) سے کام لیاجا رہا ہے۔ میڈیکل سائنس اس بات پر غور نہیں کرتی ہے کہ موجودہ انسانی معاشرہ میں امراض کی کثرت کیوں ہے؟ ۔کثرت امراض کا بنیادی سبب دین بیزاری اور دینی تعلیمات سے دوری ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جس دور میں انسانی معاشرہ میں دینداری عام تھی لوگوں میں امراض کا تناسب بھی برائے نام تھا ۔ لیکن جب دینداری کی جگہ دین بیزاری لے لی تو نت نئے بیماریاں پھیلنے لگیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دین ، طریقہ زندگی کا نام ہے، جس نے ہم کو پیدا کیا قانون زندگی (دین اسلام) بھی اُسی کی طرف سے دیا ہوا ہے، اور یہ قانون یا یہہ خدائی احکام جسطرح انسان کی اُخروی (the afterlife) کامیابی کے ضامن ہیں۔ اُسی طرح ان سے صحت جسمانی کا بھی مکمل تحفظ حاصل ہو تا ہے۔

طوالت کے خوف سے اسکے تفصیلات کو قلم انداز کر رہا ہوں

مذہبی اداروں سے فارغ طلباء کے صفات

ایسے لوگوں میں خدا ترسی، حق شناسی ہوگی۔ انکی زندگیاں پوری کی پوری آخرت رخی ہونگی اور وہ ادۡخُلُوا فِی السِّلۡمِ کَافَّۃً کی تصویر ہونگے۔ ان کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ سب چیزوں کا مالک اللہ ہے اور ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے ، حیات، اللہ کی دی ہوی ہے اور اسکی امانت ہے۔اسکو خدا ہی کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ہے اور ایک دن خدا اپنی امانت کو واپس لے لیگا، پھر اس عرصہ حیات کا حساب ہوگا یہہ لوگ اپنی زندگیوں میں دماغوں کو برائی کی فکر سے بچائینگے، آنکھوں کی حفاظت کرینگے، کانوں کو برائی سننے سے روکینگے، زبان کی حفاظت کرینگے تاکہ حق کے سوا ان کے منہ سے کچھ نہ نکلے،وہ اپنے پیٹوں کو حرام کے رزق سے بھرنیکے بجائے بھوک کو ترجیح دینگے، وہ اپنے ہاتھ کو ظلم کیلئے کبھی نہیں اُٹھا نیگے، وہ اپنے پیروں کو برائی کی راہ پر چلتے نہیں دینگے ، وہ اپنے سر کو باطل کے آگے جھکنے نہیں دینگے، وہ اپنی خواہشات کو یا اپنی ضروریات زندگی کو ظلم و زیادتی سے اور نا حق طریقے سے پوری نہیں کرینگے، وہ نیکی اور شرافت کا مجسمہ ہو نگے، وہ حق اور سداقت کو ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھینگے، وہ ظلم اور ناراستی (injustice) کو ہر چیز سے زیادہ ناپسند کرینگے.

وہ دُنیوی عُلوم بھی حاصل کرینگے لیکن وہ ہر تقاضہ زندگی کو آخرت رُخی نظر سے دیکھینگے، وہ علوم سائینس کا غلط استعمال نہیں کرینگے۔

ایک مسلم سائینس داں چسقدر زیادہ سائینس پر عبور حاصل کریگا اتنا ہی زیادہ خدا پر اس کا یقین بڑھیگا اور وہ اسی قدر زیادہ خدا کا شکر گزار بندہ بنیگا۔ اسکے عقیدے میں یہہ بات بھی شامل ہوگی کہ یہہ صلاحتیں ، یہہ زہانت یہہ فراست سب کچھ اللہ کی دین ہے اسی طرح تاریخ، معاشیات، سیاسیات، قانون اور دیگر علوم و فنون میں بھی ایک مسلم اپنے تحقیق اور جد وجہد میں پیچھے نہیں رہیگا۔ ایک عالم ہر عالم کا مطالعہ صیحح نظر سے کریگا، صیحح مقصد کیلیے کر کریگا اور صیحح نتیجے پر پہنچیگا۔

سیاست میں اسکی زیادہ توجہ اسطرف صرف ہوگی کہ دنیا میں امن عدل و انصاف اور نیکی اور شرافت کی حکومت ہو۔ اس کا عقیدہ ہے کہ کائنات کا خالق اللہ ہے، کائنات کا مالک اللہ ہے، کا ئنات کا حاکم اللہ ہے۔ ایسی صورت میں کائنات میں اللہ کا ہی حکم چلیگا۔ ایسا مسلمان عیش پرست نہیں ہوگا، خواہشات کا بندہ نہیں ہوگا، حرص اور لالچی نہیں ہوگا، جائز کمائی پر قناعت کرنے والا، زاہدانہ زندگی کو ترجیح دینے والا ہو گا، وہ ہر شخص کا حق ادا کرنیوالا ہوگا اور کسی کا حق مارنیوالا نہیں ہوگا، اور ہر شخص کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنیوالا ہوگا، پھر اسکے بدلے میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہئیگا۔ ہر شخص اسکی عزت کرنے والا اور اس سے محبت کر نیوالا ہو جائیگا کیونکہ وہ وعدہ کا سچا ، معاملہ کا کھرا ، امانت میں خیانت نہ کرنے والا ہوگا۔

اگر ایک دیندار ادارے سے فارغ التحصیل آدمی میں یہہ صفات نہ آئیں تو تعلیم بیکار ہے اور اسکے برعکس کسی دُنیوی ادارے سے فارغ آدمی

سے ایسے صفات اور اسے کردار کی امید رکھنا بیکار ہے۔ کیونکہ دُنیوی علوم میں ایسی باتیں بطور عقیدے کے نہیں سکھائی جاتیں ۔ بقول مفّکر کے ۔

we are taught to fly in the air like birds and to swim in the water like fish but how to live on the earth we do not know.

(Martin Luther King, Jr)

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف وجملہ معاونین و اہل وعیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ بھٹکے ذہن اور بہکے قلم سے دوری چاہتے ہوئے راقم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ وہ راقم کی علمی خدمت کو قبول فرمائے۔ ناظرین بھی راقم الحروف کیلئے دعا فرمائیں

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔ کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

" مولف کتاب "اصلاحی تحفہ" خادم تدریس القرآن باہتمام